مذمت طمع

علامہ سید ظفر مہدی نقوی گہرجائسی

قال امیر المومنین علیہ السلام ''ازری بنفسہ من استشعر الطمع'' اس شخص نے اپنے نفس کو معیوب کر دیا جس نے طمع کو ہمدم بنالیا۔

طمع سے بڑھ کے جہاں میں کوئی عذاب نہیں / یہ برق وہ ہے کہ جس میں نشان آب نہیں
یہ سبزہ زار ہے آئینہ خیال کا زنگ / یہ بوستان ہے خون مراد سے گلرنگ
یہی ہے صاعقۂ عقل و دانش و ادراک / ہر اک جمیل پہ بدزیب ہے یہی پوشاک
یہی مرض ہے رگ دہر میں جو ساری ہے / ہر ایک شاہ پہ بھی اس کا حکم جاری ہے
اسی فلک کے تلے گھومتا ہے اک عالم / اسی زمیں پہ پھسلتے ہیں عالموں کے قدم
اسی نے طرز بدل ڈالے ہیں نگاہوں کے / بٹھا رکھا ہے اسی نے دروں پہ شاہوں کے
جو کچھ ہے حصۂ قسمت وہ آہی جائے گا / بشر عطیہ معبود پا ہی جائے گا
وہی ملے گا جو فرمان کبریا ہوگا / طمع ہزار سوا ہو، پھر اس سے کیا ہوگا
طمع جو ہو نہ تو کا ہے کو کوچہ گردی ہو / نہ ہو یہ عیب تو پھر کیوں جہاں نوردی ہو
خوشامدیں امرا کی نہ ہوں سوال نہ ہو / یہی نہ ہو تو نہ ملنے کا پھر ملال نہ ہو
ذلیل کس لیے ہوتا؟ بشر زمانے میں / نہ دیتا دخل جو خالق کے کارخانے میں
خیال مال نہیں نفس کی فقیری ہے / طمع جوان نہیں آبرو کی پیری ہے
یہ وہ صفت ہے کہ جس نے ہزاروں گھر لوٹے / اسی کی آنچ سے کمھلا گئے ہیں گل بوٹے
اسی کے زور سے حق ہو گیا ضعیف و نزار / اسی نے پست کئے آسماں مثال حصار
اسی کے ہاتھ سے جنگ جمل ہوئی قائم / اسی نے قتل کئے ہیں مصلی و صائم
اسی کے ہاتھ تھی صفین کی صف آرائی / اسی نے فتنۂ شوریٰ کی راہ بتلائی
یہی عمود خلافت بنی سقیفہ میں / یہی محرف اول تھی ہر صحیفے میں
اسی نے زہر کی تجویز کی برائے حسنؑ / خوشی اسی نے منائی بجائے ''ہائے حسنؑ''
اسی نے مملکت رے کو کر دیا محبوب / تباہ ہو گئے غرب و شمال و شرق و جنوب
یہ جوش حرص عمر تھا کہ رک نہ سکتا تھا / زمین کانپتی تھی آسماں کو سکتا تھا
رئیس فوج بنا تا بہ کربلا آیا / سپاہ کا ہے کو تھی ساتھ ایک بلا لایا

ادھر محبت دنیا میں جمع لشکر تھے
ادھر امام کے ہمراہ کل بہتر تھے
رسول زادے پہ روکا شقی نے آب رواں
عطش سے سوکھ گئی جان مصطفی کی زبان
تمام حجت حق نے لعیں پہ حجت کی
ہر ایک ناصر اسلام نے نصیحت کی
مگر نہ حرص نے ہونے دیا اثر کوئی
نہ آیا حرؑ کے سوا حق کی راہ پر کوئی
ہر اک مجاہد دیں آب نہر کو ترسا
حسین قتل ہوئے آسماں سے خوں برسا
یہ وہ صفت ہے کہ جس سے یہ آفتیں آئیں
جہاں میں قبل قیامت قیامتیں آئیں

قومی یکجہتی

مولوی سید اشتیاق حسین رضوی ساحرؔ فیض آبادی (کراچی)

اتحاد عالمِ اسلام کی باتیں کرو
اے خطیبو! کچھ تو یارو کام کی باتیں کرو
ڈس نہ جائے نفرتوں کی تیرگی ماحول کو
صبح کی خاطر وداعِ شام کی باتیں کرو
حج اکبر کا بدل ہے کعبۂ دل کا طواف
خرقہ پوشو! جامۂ احرام کی باتیں کرو
پختہ کارانِ خطابت تم سے یہ کس نے کہا
زعمِ ناقص کی خیالِ خام کی باتیں کرو
کر چکے ہو اپنے اپنے نام کی باتیں بہت
بس خدارا بس خدا کے نام کی باتیں کرو
جھانک لو اپنے گریبانوں میں بھی منہ ڈال کر
دوسروں پر جب کبھی الزام کی باتیں کرو
نوعِ انساں سے محبت دین کی بنیاد ہے
مجلسوں میں دین کے احکام کی باتیں کرو
اہل ایماں دوستدارانِ محمدؐ کی طرح
جب کرو پیغمبرؐ اسلام کی باتیں کرو
تذکرہ مولا علیؑ کا جب عبادت ہے تو پھر
کیا ضرورت ہے کہ میر شام کی باتیں کرو
کھو نہ جائیں تلخیاں ماضی کے استبداد کی
روزوشب گذرے ہوئے ایام کی باتیں کرو
سایۂ رحمت نبیؐ کے باوفا اصحاب پر
آل پر اللہ کے انعام کی باتیں کرو
ایک ہو جائیں گے سب انسانیت کے نام پر
حضرت شبیرؑ کے پیغام کی باتیں کرو
کس طرح شبیرؑ نے جیتی حق و باطل کی جنگ
کربلا آغاز تھی انجام کی باتیں کرو

نامور لیتے ہیں سب نام علیؑ نامِ حسینؑ
تم بھی ساحرؔ کیوں کسی گمنام کی باتیں کرو